شازیہ عندلیب
اسکالرپی ایچ۔ ڈی اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یو نیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر صدف نقوی
استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یو نیورسٹی، فیصل آباد

بیسویں صدی کی منتخب خواتین افسانہ نگار "حقیقت نگاری کے تناظر میں"

Shazia Andleeb
Scholar Ph.D Urdu, GC Women University Faisalabad
Dr. Sadaf Naqvi
Assistant Professor Department of Urdu, GC Women University Faisalabad

Selected Women Fiction Writer of 20th Century: In the Context of Realism

Like the other genre of Urdu, the pride of fiction writing is with male writers, but female writers have also added a lot to it. Among them names of Khaton Akram, Mrs Abdul Qadir, Abbasi Begam, Khadija Mastoor, Hajra Masroor and Qurat ul Ain Haider are very important. Praimchand was the first fiction writer who started fiction writing in a realistic manner. Realistic fiction writers kept themselves attached to internal and external aspects of life, specially the female fiction writers of 20th century, did apprecial work in the field. Realistic writing of every period has a different trend. Inspite of passing centuries of time importance of realistic fiction writing cannot be ignored. Realistic writing in Urdu is a living and popular trend of fiction writing.

Keywords: *Fiction, Realism, Genre, Internal, External, Trend.*

اردو ادب کی دیگر اصناف کی طرح اُردو افسانے کے آغاز کا سہرا بھی مردوں کے سر ہے۔ جس کا آغاز ماہنامہ "مخزن" لاہور میں دسمبر 1903 میں "نصیر اور خدیجہ" کے عنوان سے علامہ راشد الخیری نے کیا۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اسی صنف کو سجاد حیدر یلدرم، منشی پریم چند نیاز فتح پوری نے آگے بڑھایا۔ مردوں کے شانہ بشانہ خواتین نے بھی اُردُو افسانے کی ترویج میں حصہ لیا ہے جن میں مسز عبد القادر، عباسی بیگم حجاب امتیاز، خاتون اکرم کا بھی

نام ہے۔ تاریخ ادب میں خواتین افسانہ نگاروں کا نام نمایاں طور پر شریک ہونا چاہیئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نمایاں طور پر تو نہیں لیکن ذکر سرسری سا ہوتا ہے۔

اُردو افسانے کا آغاز پریم چند نے آغاز حقیقت نگاری سے کیا۔ جس کے باعث مدت طویل تک اُردو افسانہ ترقی پسند تحریک کے زیر اثر خارجیت اور اس سے منسلک متنوع سیاسی، سماجی اور اقتصادی عوامل کی تصویر کشی کے لیے وقف رہا۔ محمد اشرف کمال لکھتے ہیں:

"ادب میں حقیقت پسندی زندگی کی صحیح اور سچی تصویر کشی کا نام ہے ادب میں پرانے ادوار سے حقیقت پسندی کا رواج چلا آرہا ہے۔ مختلف زندگی کے واقعات کو ادب میں ڈھالنا، روز مرہ زندگی اور زندگی کی عملی تصویر کو ادب میں پیش کرنا حقیقت پسندی کا منشا اور مقصد ہے"(۱)

حقیقت نگاری سے وابستہ افسانہ نگاروں نے خود کو زندگی کے خارجی پہلوؤں اور داخلی پہلوؤں سے منسلک رکھا۔ خاص کر خواتین افسانہ نگاروں نے حقیقت نگاری کے ضمن میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔

خاتون اکرم علامہ راشد الخیری کے بڑے صاحبزادے رزاق الخیری کی پہلی بیوی تھیں ان کی زندگی میں افسانہ نگاری اور انشاد پردازی کی بنیاد سات سال کی عمر میں پڑی انہوں نے ایسے وقت میں لکھنا شروع کیا جب خواتین کے نام غیر مردوں کے ساتھ آنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ان کے افسانے "گلستان خاتون" کے نام سے کتابی صورت میں چھپے اور ان کا پہلا افسانہ ۱۹۱۶ میں " جدت پرستی "اور آخری افسانہ "دوسری شادی" ہے۔ ان کے افسانے حقیقت سے بہت قریب ہیں اور زندگی کی حقیقت کو اس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ ان کے زیادہ تر افسانے تعلیم، حقوق کی حفاظت، سماجی و ازدواجی زندگی کی اصلاح و سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔ افسانوی مجموعے "گلستان خاتون" کا افسانہ "شہید ظلم" زبردستی کی شادی، ستم اور عورت کی مظلومیت کی داستان ہے جس میں عورت کے حق میں خلع کا حق اوار اسلامی مملکت میں اسے رواج دینے کی ضرورت کو سامنے لاتا ہے۔ ان کے افسانوں میں ازدواجی مسائل کا شکار مظلوم عورت اور اس کے مسائل کا تذکرہ مستند دلائل کے ساتھ ملتا ہے۔

خاتون اکرم کا نمائندہ افسانہ "آرزوؤں کی قربانی" ایک ایسی ضدی عورت کی کہانی ہے جو بے جا ضد کی وجہ سے کم سن بچی کو روزہ ساس اور نند کو یہ باور کروانے کی کوشش میں رکھواتی ہے کہ روزہ کشائی ہو گی اور شام تک بچی بھوک وپیاس سے جان سے چلی جاتی ہے۔ منشی پریم چند خاتون اکرم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"گلستان خاتون کے افسانے ناظر کے دل میں مصنفہ کے مقصد سے ہمدردی پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ سب قصے بیان کی روانی اور زبان کی لطافت اور مذاق کی

شستگی وغیرہ کی خوبیوں سے آراستہ ہیں اور مصنفہ کے قومی درد، جذبہ اصلاح اور اعلیٰ نفسی کے
آئینے ہیں"(۲)

خاتون اکرم کا کمال ہے کہ انہوں نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے ان مسائل کو موضوع بنایا ہے جن کو اجاگر کرنا موجودہ دور کی ضرورت ہے ان کا افسانہ "تربیت اولاد" میں بچے کی تربیت کا سارا دارومدار والدین پر ہوتا ہے اس افسانے میں تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی زور دینے کہ کہا گیا ہے۔اسی طرح ان کے ایک افسانے "بچھڑی بیٹی" میں ماں کی بیٹی سے جدائی کی کیفیت اور ماں پر گزرنے والی تکلیف کو بیان کیا ہے:۔

"اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے۔۔۔۔۔ ہر جگہ ہر مقام پر اس کو شکیلہ یاد آتی ہے اور اس کی آنکھیں خونِ جگر سے لبریز ہو جاتیں۔اس کی کی چیزیں دیکھتی اور کہتی ہائے کتابیں ہیں پڑھنے والی نہیں"(۳)

اسی طرح ان کے افسانے ''انقلاب زمانہ'' میں معاشرے کی کڑوی سچائیاں اور سوتیلے پن کا زہر اور نفرتوں کا راج نظر آتا ہے۔"پیکر وفا" افسانے میں بے کس عورت کے ظلم کی داستان اور نکھٹو شوہر کا راج ہے جو کہ موجودہ دور میں بھی ہمیں کئی واقعات ایسے نظر آتے ہیں۔خاتون اکرم ہمت و جرأت والی خاتون ہیں انہوں نے معاشرتی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے افسانوں میں جس خوبصورتی سے بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں انہوں نے بہت مختصر زندگی پائی لیکن ان کے افسانے ادب میں گراں قدر سرمایہ ہیں۔عزیز لکھنوی خاتون اکرم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"باغ اردو میں ہے تازہ رات دن تیرے بہار
تو نہیں ہے لیکن افسانے ہیں تیرے یادگار"(۴)

بیسویں صدی کی ایک اور اہم افسانہ نگار عباسی بیگم ہیں جو کہ حجاب علی امتیاز کی والدہ ہیں۔ان کا پہلا افسانہ "گرفتار قفس" "تہذیب نسواں'' لاہور ۱۹۱۵ میں شائع ہوا عباسی بیگم ایک حقیقت نگار افسانہ نگار تھیں ان کے افسانے "گرفتارِ قفس" میں پردہ نشیں عورتوں کو ایک ایسے پرندے سے تشبیہ دی ہے جسے کائنات میں شاید ہی کسی نے دیکھا ہو۔ان کے افسانے "دو شہزادیاں" میں بادشاہ کی دو بیٹیوں کا ذکر ہے جس میں شہزادیاں شہر اور محل سے دور ایک جنگل میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہی ہوتی ہیں اور اچانک جنگل میں بھی ایک رئیس کی آمد اور افسانے کے آخر میں رئیس کو ہی اپنا محافظ پاتی ہیں۔اسی طرح ان کے افسانے ''ظلم بکیساں'' میں بھی عورت پر مرد کے مظالم کی داستان ہے۔۱۹۱۵ء میں شائع ہونے والے "نیرنگ زمانہ" اور "حق بہ حق" بھی حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ایک مستند افسانہ نگار کے لیے معاشرے کی ترجمانی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک زندگی کا مطالعہ گہرائی سے نہ کرے۔عباسی بیگم کا مطالعہ گہرا اور وسیع ہے وہ زندگی کے ہر تجربے پر گہری نظر رکھتی ہیں جس کا اثر ان کے افسانوی ادب میں ابھر کر سامنے آتا ہے۔

مسز عبد القادر بھی ابتدائی دور کی افسانہ نگاروں کی صف اول میں کھڑی دکھائی دیتی ہیں ان کے افسانے رومانوی حقیقت نگاری کے علمبر دار ہیں ان کے ہاں جمالیاتی ذوق اور پر اسرایت کی جھلک نظر آتی ہے ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "لاشوں کا شہر" دوسرا "صدائے جرس" ہے۔ مسز عبد القادر نے رومانوی حقیقت نگاری کے اثرات قبول کیے اور دوسری طرف سماج اور معاشرے کی تصویر ڈر، خوفناک مناظر کی تصویر کشی بھی کی ہے مسز عبد القادر کے افسانے نے ادبی تاریک میں خاص مقام کے حامل ہیں۔ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:۔

"لاشوں کا شہر" اور "صدائے جرس"، "وادی قاف" اور "راہبہ" کے افسانوں میں انتہائی فطری صورت حال سے گزر تا لیکن مافوق الفطرت نتائج اور رومانی تحیر سے دو چار ہوتا ہے اور عناصر فطرت کی ہیبت خیزی کا سر چشمہ قرار دیا گیا"۔(۵)

وہ اپنے افسانوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے مافوق الفطرت عناصر کو معاشرے کے تلخ حقائق سے جوڑ کر بیان کرتی ہیں جہاں یقین کا پہلو بھی قائم و دائم رہتا ہے۔ مسز عبد القادر نے اردو افسانے کے فروغ میں اہم کر دار ادا کیا ہے جس کے ساتھ ہی خواتین میں لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ وہ اردو افسانے کے تاریخ میں اہم کردار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مسز عبد القادر اپنے دور کی وہ واحد لکھنے والی تھیں جن کا رنگ ان کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔

حجاب علی امتیاز خواتین افسانہ نگاروں میں ہر اول دستے سے تعلق رکھتی ہیں جب انھوں نے افسانہ نگاری کا آغاز کیا تو رومانوی تحریک عروج پر تھی۔ ان کا پہلا افسانہ "میری ناتمام محبت" ۱۹۲۴ء میں نیرنگ خیال میں شائع ہوا۔ مرزا حامد بیگ حجاب علی امتیاز کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"حجاب علی امتیاز اردُو افسانے کے ان گنے چنے افسانہ نگاروں میں سے ایک ہیں جنھوں نے ہمارے افسانوی ادب کو زندہ جاوید کردار عطا کیے ہیں"(۶)

حجاب کے افسانوں میں رومان حسن زندگی اور حسن لطافت کے جذبات عروج پر نظر آتے ہیں جو قاری کو دنیا سے بے خبر کر دیتے ہیں ان کے افسانے لاش، شیطان، جنازہ میں جس طلسماتی فضا کی جھلک ہے وہ اپنے اندر ایک دنیا کو قید کرتے ہیں ان کے ہاں ایسے کر دار ملتے ہیں جو عقل و شعور کی منزل پر قدم رکھتے ہی ارد گرد نظر ڈالتے ہیں اور پوشیدہ راز کو جاننے کوشش بھی کرتے ہیں۔ یوں تو حجاب کا شمار رومانوی افسانہ نگاری میں ہوتا ہے لیکن ان کے کچھ افسانوں میں حقیقت نگاری کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ حجاب نے خواتین افسانہ نگاروں کو لکھنے کا جو فن بخشا ہے وہ اپنے مثال آپ ہے حجاب کے افسانوں میں ایلیٹ کلاس طبقے کا ذکر نمایاں ہے اور زندگی کی مثالیں جس خوبصورتی سے انھوں نے دی ہیں وہ انھیں دوسرے افسانہ نگاروں سے ممیز کرتی ہیں۔ اجنبیت اور تنہائی کا احساس ان کے خاص موضوع ہیں۔ ان کے افسانے "مجھے تم سے محبت ہے"، "مرد اور عورت" اور "مشورہ دیجئے" حقیقت نگاری کے کے آئنیہ دار

ہیں۔ حجاب کے افسانوی ادب میں زندگی کے مسائل کو جس انداز میں بیان کیا ہے اس سے زندگی کی حقیقت اور گہرائی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔

اردُو افسانہ نگاروں کی فہرست میں ایک اور نام رشید جہاں کا ہے جو اگست ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئیں پہلی بار ۱۹۳۵ء میں منظر عام پر آئیں جب ان کا افسانے "انگارے" میں شامل ہوئے۔ انگارے میں ان کے افسانے "پردے کے پیچھے"، "دلی کی سیر" شامل تھے۔ ان کے افسانے اس وقت کے سماج میں رائج بنیاد پرستی کی حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کا افسانوی مجموعہ "عورت" ۱۹۳۷ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ "دلی کی سیر" ان کی سب سے مشہور مختصر کہانی ہے۔ وہ ادب میں معاشرتی حقیقت نگاری کی علمبردار ہیں۔ ان کا افسانہ "پردے کے پیچھے" ایک ایسی بیوی کی کہانی ہے جو بیماری کے باعث شدید علیل ہے اور شوہر کی بے حسی نے اسے اور لاغر کر دیا ہے۔ عورت کے جذبات اور احساسات کا آئینہ دار یہ افسانہ حقیت سے قریب تر ہے۔ رشید جہاں معاشرے میں عورت سے ہونے والی ناانصافیوں کے خلاف ابھرتی آواز ہیں۔ "دلی کی سیر" ان کا افسانہ حقیقت کے قریب تر ہے جس میں عورتیں کبھی عوامی مقامات پر قبضہ نہیں کر سکتیں یہ کہانی واضح بیانیہ میں مرد کے استحقاق پر سوال کرتی نظر آتی ہے۔

معاشرتی مظالم میں کچلی ہوئی عورت کی بے بسی دیکھ کر ان کا قلم اس مظلوم عورت کے حق میں جہاد کرتا نظر آتا ہے ۔اسی طرح ان کا افسانہ"وہ"،"سڑک"،"سودا"،"چھیدا کی ماں"، "میرا ایک سفر"،"بے زبان" معاشرتی حقیقت نگاری کے ضمن میں منہ بولتے ثبوت ہیں جن سے چشم پوشی کرنا رشید جہاں سے زیادتی ہوگی ان کے اسلوب میں طنز اور چوٹ کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ رشید جہاں کے افسانہ کا ایک اقتباس دیکھیے:

> "آپ ہر اس قانون کی وضاحت کرتے ہیں جس سے آپ کے پرانے طبقے کی حالت بدلنے نہ پائے۔"(۷)

رشید جہاں کا شمار ترقی پسند تحریک کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے وہ جوانوں کی دوست اور رہبر تھیں نڈر اور بے باک خاتون تھیں ان کے افسانوں میں نچلے طبقے کی خواتین کے مسائل کا بیان ملتا ہے رشید جہاں نے مرد کی حاکمانہ برتری بے نقاب کرتے ہوئے سماج کی چکی میں پسی ہوئی عورت کو جینے کا ہنر سکھایا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سیما صغیر لکھتی ہیں:

> "رشید جہاں کے اسی احتجاجی رویے کی بدولت انھیں انقلابی خاتون افسانہ نگار کہا گیا ہے۔"(۸)

رشید جہاں نے سماجی برائیوں کے خاتمے ،عدم مساوات اور عورت کی جہالت کہیں عقل مندی اور دلیرانہ رویے کو اپنی تحریروں کی زینت بنایا ہے وہ اس نظریہ کی حامی ہیں کہ ادب کو سماج کا آئینہ دار ہونا چاہیے اور اس کی افادیت کو نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ رشید جہاں ایک انقلابی خاتون تھیں جنھوں نے فکشن کا رخ بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

عصمت چغتائی کا شمار ان باغی افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے بعد آنے والی پوری نسل کو جھنجھوڑ اہے۔ ان کے افسانے میں حقیقت نگاری کا موضوع نمایاں ہے وہ معاشرتی زندگی کے کئی پہلوؤں پر جھنجھلاہٹ اور طنز کا اظہار کرتی ملتی ہیں۔ عصمت کے ہاں نچلے طبقے کے مسائل نوجوانوں کی جنسی وجذباتی الجھنوں کا بیان ملتا ہے۔

عصمت پر فحش نگاری کا الزام یا انہیں معاشرے کی باغی اور حقیقت نگار تسلیم کرنا ہو تو آپ ان کے افسانے لحاف، بہو بیٹیاں، پردے کے پیچھے وغیرہ پڑھنا ہوں گے جنسی رویوں اور اخلاقی روایات نے عصمت کو ہمیشہ ہی متوجہ کیا لیکن اس کے باوجود وہ غربت کی چکی میں پسے ہوئے لوگوں کو ہی اپنا موضوع بناتی ہیں۔ ان کا افسانہ ''گیندا'' جس کا مرکزی کردار ایک ایسی لڑکی ہے جس کی شادی بچپن میں ہی ہو جاتی ہے اور وہ بیوہ ہو جاتی ہے جسے سیندور دیا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے۔ "بدھو کاہے کا سنگھار کرے۔" جنسی تڑپ میں وہ قدم اٹھالیتی ہے کہ معاشرے میں بدنامی کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح "چوتھی کا جوڑا"، "عجیب آدمی"، "دوہاتھ"، "آدھی عورت کا خواب" ان کے وہ افسانے ہیں جو معاشرے کی تلخ حقیقتوں کا جواب باغی پن سے دیتے ہیں۔ ڈاکٹر نورین رزاق لکھتی ہیں:

> "عصمت نے اپنے افسانوں کے ذریعے اس دور کے ہندستانی معاشرے کے تصنع، ریاکاری، قدامت پرستی اور دیگر برائیوں کو پیش کیا ہے ان کے اسلوب میں جوشیلا پن ہے وہ زبان کے نشتر سے سماج کی برائیوں کے فاسد مواد کو بغیر کسی رعایت کے چھیڑتی ہیں"(۹)

عصمت نے اپنے افسانوں میں مسلم متوسط گھرانوں کے احوال اور گزرنے والے شب وروز کو حقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں طبقاتی فرق، فرسودہ رسم ورواج، جنس اور نفسیاتی حقیقت کا پرچار ملتا ہے۔ ان کا روز اول سے ہی زور نئی قدروں کو نمایاں کرنا، فرسودہ رسم ورواج سے انکار کرنا اور حقیقت کو اجاگر کرنا ہے۔ ان کا یہی انداز ان کے بعد کے آنے والے افسانہ نگاروں میں بھی ملتا ہے۔

ممتاز شیریں اردو ادب کے اہم ناقدین میں شامل ہیں اور ترقی پسند افسانہ نگاروں میں بھی خاص مقام رکھتی ہیں ان کے افسانے سماجی حقیقت نگاری کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعوں میں "اپنی نگریا"، "حدیث دیگراں" اور "میگھ ملھار" شامل ہیں اردو افسانے پر ممتاز کی گہری دلچسپی تھی ان کا پہلا افسانہ ''انگڑائی'' کے نام سے ادبی مجلہ "ساقی" دہلی میں ۱۹۴۴ میں شائع ہوا۔ انھوں نے جنسی حقیقت نگاری کو جس انداز میں پیش کیا وہ قاری کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے یہ افسانہ کیا عبرت کا تازیانہ ہے بچپن کی ناپختگی کا جوانی میں بدل جانا ان کا حقیقت پسندانہ تجزیہ ہے ان کے مجموعے ''اپنی ہی نگریا'' نفسیاتی حقیقت نگاری کی مثال ہیں۔ انھوں نے عصمت اور منٹو پر جس پر کی جانے والی تمام تنقیدوں کو بلاجواز قرار دیا کیونکہ وہ خود بھی حقیقت کی آئینہ دار افسانہ نگار تھیں۔

خدیجہ مستور کا شمار نامور افسانہ نگار خواتین میں ہوتا ہے ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "کھیل" ۱۹۶۶ میں شائع ہوا ان کی کہانیاں سماجی معاشرتی مسائل کی صحیح معنوں میں عکاسی کرتی ہیں۔ افسانوی مجموعوں میں "کھیل"، "بوچھاڑ"، "رات کی روشنی"، خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

ان کے افسانوی مجموعے "ٹھنڈا میٹھا پانی" کو ۱۹۸۴ میں ہجری ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان کے افسانوں میں جواں فکری، ذہنی ہم آہنگی اور گہرے عصری شعور سے جڑی کہانیاں ہیں۔ وہ اپنی کہانیوں میں قیام پاکستان سے لے کر اب تک سیاسی معاشرتی، سماجی مسائل کی تلخ حقیقت نگاری کرتی دکھائی دیتی ہیں عورت پر کیے جانے والے ظلم کی داستان مردوں کی اجارہ داری ان کے خاص موضوعات ہیں۔ شہزاد منظر رقم طراز ہیں:

> "خدیجہ نے جلد ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ مرد بھی اس طبقاتی اور استحصالی معاشرے کے اہم فرد ہیں اس لیے مرد کے مظالم اور بے وفائی کے خاتمے اور عورت کے مساوی حقوق کے حصول کے لیے سماجی انقلاب ضروری ہے چنانچہ ان کی انسان دوستی انہیں سماجی انقلاب کے راستے تک لے آئی"(۱۰)

خدیجہ مستور کے ہاں محنت کش کی حالت، غیر مساوی تقسیم جنگ عظیم کے اثرات، مساوات، عورتوں کی عصمت دری اور نسائی زندگی کے مسائل پر گہری فکر نظر آتی ہے ان کا اہم موضوع عورت کے جذبات اور جسمانی استحصال ہے۔ خدیجہ انسان دوستی کی خواہاں، وطن پرستی اور مظلوم انسانیت کی آواز ہیں۔ ان کے افسانے اردو ادب کی تاریخ میں یادگار ہیں۔ انسان کے تحت الشعور کی الجھنوں، نفسیاتی مسائل، کی تصویر ان کے افسانوں کا بیان ہے جیسے روزمرہ زندگی کی تکلیفوں کا بیان بہتر مستقبل کی خواہش اور سازگار ماحول کی تلاش بھی ان کے موضوعات ہیں۔

جمیلہ ہاشمی ۱۹۲۹ میں گوجرہ میں پیدا ہوئیں وہ ایک معروف افسانہ نگار ہیں ان کے افسانے معاشرتی موضوعات کے اعتبار سے دو نمایاں اقسام کے حامل ہیں پہلی قسم کے افسانے ہندوستانی معاشرت کی حقیقت کے ضمن میں اور دوسری قسم کے افسانے تقسیم ہند کی حقیقت پر لکھے گئے ہیں۔ مصنفہ کے افسانوں میں مشاہدے کی گہرائی اور جذبے کی شدت کے ایسے واقعات ہیں جو قاری کے دل پر گہری ضرب لگاتے ہیں۔ ان کے افسانے "رات کی ماں"، "دل خانہ خراب"، "خالی گھر"، "آگ کا دریا"، "نگار وطن" میں سماجی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اردو کی خواتین افسانہ نگاروں کے مقابلے میں جمیلہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے موضوعات عورت کے لیے اچھا خاوند کی تلاش اور سجا ہوا گھر نہیں بلکہ عورت کے وہ مسائل ہیں جو خاوند اور گھر کے بعد شروع ہوتے ہیں اور زندگی پر کیسے اثرات چھوڑتے ہیں ان سب کو موضوع بنایا ہے مثال کے طور پر ان کے افسانے آپ بیتی اور جگ بیتی جس میں نرائن چاچا اور سنتو کی الگ الگ محبت کا ذکر ہے:

"دو بچوں کی ماں سنتو سسرال سے میکے آکر واپس نہیں گئی۔"(۱۱)

اور مرد کا کردار نرائن جو سنتو کو قتل کرنے کے بعد بھی اپنی ہوس سے باہر نہ آسکا۔

جمیلہ ہاشمی نے عورت کے استحصال کو نہ صرف سمجھا بلکہ اس کا خوبصورت اظہار بھی کیا ہے ان کے افسانوں کو پڑھ کر معاشرے کی حقیقی تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے جو کہ افسانہ نگاری کی جیت ہے۔ وہ حقائق کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی نہیں کرتی بلکہ ایسی تصویر بیان کرتی ہیں کہ حقیقت کا گماں ہوتا ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:۔

"ادب تو تجربے سے پھوٹتا ہے تجربہ شرکت کے بغیر ناممکن ہے اور شرکت اس وقت ہوتی ہے جب آپ اس خط ارضی سے پوری طرح جڑے ہوئے ہوں جس کا آپ نے دودھ پیا ہے۔"(۱۲)

جمیلہ نے ہندو سکھ مسلمان تقریباً سب ہی کرداروں کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے اور ان کرداروں میں حقیقی رنگ پیدا کرنے میں بھی کامیاب رہی ہیں ان کے موضوعات مشاہدے کی گہرائی اور جذبے کی شدت سے ایسے واقعات کا انتخاب ہیں کہ قاری کے دل پر اثر کرتے ہیں اور کسی لمحے بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔

قرۃ العین اردو افسانے میں ایک قد آور شخصیت کا نام ہے۔ خواتین افسانہ نگاروں میں تو الگ مقام رکھتی ہیں لیکن مرد افسانہ نگاروں میں بھی ان کے پائے کا شاید ہی کوئی افسانہ نگار ہو۔ قرۃ العین کی افسانہ نگاری ان کے تجربات کی جھلک ہے۔ انھوں نے عصر حاضر کے متعدد مسائل کو اپنے افسانوں کی زینت بنایا ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے "ستاروں سے آگے"، "شیشے کا گھر"، "پت جھڑ کی آواز"، "روشنی کی رفتار" ہیں۔ ہر افسانوی مجموعے میں تقریبا پچاس پچاس افسانے شامل ہیں۔

ان کے افسانوں کی کہانیوں میں عام دنیا کے کردار ہیں۔ عورت کی زندگی، اس کے مسائل اور اس کے نصیب کی جنگ بھی ان کے افسانوں کے اہم موضوعات میں شامل ہیں وہ صرف زندگی کی حقیقت کی ہی نہیں بلکہ تاریخ اور تہذیب کی تخلیق کار ہیں۔ ان کا افسانہ "سیتاہرن" نچلے طبقے کی عورت کی بے بسی اور محرومیت کی کہانی ہے جس میں سیتا کا اغوا وہ مثال ہے. جسے آج کے دور کی حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو یہ آج کی کہانی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح "ہاؤسنگ سوسائٹی" میں جدید تہذیب کی کہانی بے باک انداز میں بیان کی گئی ہے۔ جس میں دولت کے نشے میں چور جمشید کا کردار آج کے زمانے کی حقیقت ہے لیکن ماضی پر نظر ڈالنے پر سوائے شرمندگی کے کچھ نہیں ملتا اسی طرح "پت جھڑ کی آواز" میں معاشرتی مسائل کی عکاسی ملتی ہے ہے جنسی آزادی کے خواہاں اعلی طبقے کی برائیاں جو تلخ حقیقتوں سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ ہماری زندگی میں بدیسی تہذیب کی حقیقت کی

عکاسی کی گئی ہے۔ ادب میں انھیں باغی قرار دینا زیادتی ہو گی کیونکہ ان کے ادب میں تلخ حقیقت کا بیان ڈھکے چھپے انداز کی بجائے واضح انداز میں ملتا ہے۔

متذکرہ بالہ بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ ہر عہد میں حقیقت نگاری کا ارتقا اور ایک واضح تصور کا رجحان ملتا ہے معاشرتی زندگی کے بدلنے کے ساتھ ساتھ حققیت نگاری کے تصورات بھی ہر عہد میں مختلف ہوتے ہیں لیکن کئی سو سال گزرنے کے بعد بھی حققیت نگاری کو فراموش نہیں کیا جا سکتا اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود اس رجحان کا جاری رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حقیقت نگاری افسانے میں ایک زندہ مقبول اور عام رجحان ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، تنقیدی تھیوری اور اصطلاحات، مثال پبلشرز فیصل آباد، ۲۰۱۶، ص ۱۵۴

۲۔ منشی پریم چند، گلستان خاتون کے متعلق آراء خاتون اکرم، مشمولہ: گلستان خاتون، دہلی: عصمت بک ایجنسی، بار سوم، ص ۱۱۵

۳۔ خاتون اکرم، گلستان خاتون، دہلی،: عصمت بک ایجنسی،، بار سوم، ۱۹۴۰ء، ص ۷

۴۔ عزیز لکھنوی، خاتون اکرم، (نظم) خاتون اکرم، جمال، ہمنشین، دہلی: عصمت بک ایجنسی، بار سوم، ۱۹۲۹، ص ۸

۵۔ انور سدید ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص ۴۷۰

۶۔ حامد بیگ ڈاکٹر، اردُو افسانے کی روایت، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۰ء، ص ۵۷

۷۔ رشید جہاں، ڈاکٹر۔ ''افطاری'' مشمولہ: شعلہ، لکھنو: لکھنو نامی پریس، سنہ ندارد، ص ۱۰۹

۸۔ سیما صغیر، ڈاکٹر، ترقی پسند اردو۔ ہندی افسانے کا تقابلی مطالعہ، علی گڑھ: علی گڑھ مسلم ایجو کیشنل پریس، ۲۰۱۰، ص ۱۵۲

۹۔ نورین رازق ڈاکٹر، پاکستانی خواتین افسانہ نگار: لاہور، دستاویز مطبوعات، ۲۰۱۶، ص ۲۷

۱۰۔ شہزاد منظر، علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ، کراچی: منظر پبلی کیشنز، ۱۹۹۰، ص ۵۹

۱۱۔ جمیلہ ہاشمی، آپ بیتی۔ جگ بیتی، لاہور: اردو مرکز، ۱۹۴۹، ص ۱۴

۱۲۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، پاکستان میں اردو افسانہ، مشمولہ، اردو افسانہ روایت و مسائل، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۶، ص ۱۸۶

References in Roman Script

1. Muhammad Ashraf Kamal,Dr.,Tanqeede Theory or Istalahat, Faisalabad: Misaal Publishers,2012, P154

2. Munshi Pram Chand,Ghulistan-e-Khatoon kay Mutaliq Aara Khatoon-e-Akram,Mashmola: Gulistan-e-Khatoon, Dehli: Asmat Book agency, Edition 3rd,1940, P 115
3. Khatoon-e-Akram, Gulistan-e-Khatoon, Dehli: Asmat Book Agency, Edition 3rd, 1940, P 7
4. Aziz Laknavi, Khatoon-e-Akram, (Nazam), Jamal Hamnasheen, Dehli: Asmat Book Agency, Edition 3rd, 1969, P 8
5. Anwar Sadeed Dr, Urdu Ke Muktasir Tareen Tareekh, Islamabad, Muqtadra Quami Zaban.1991, P 470
6. Hamid Baig,Dr,Urdu Afsanay Ke Riwayat, Islamabad: Dost Publication, 2010, P,75
7. Rasheed Jahan Dr., Iftari, Mashmoola: Shulah, Lakhnao: Lakhno Nami Press, P 109
8. Seema Saghaeer ,Dr., Tareqeei Pasand Urdu-Hindi Afsanay ka Taqabley Mutaliya,Ali Garh: Ali Garh Muslim Educational Press, 2010, P152
9. Noreen Razaq,Dr, Pakistani Khawateen Afsana Nigar: Lahore: Dastavees Matbooat.2012,P 27
10. Shahzad Manzar, Alamatey Afsany ke Iblagh ka Masla, Karachi: Manzar Publication1990, P 59
11. Jameela Hashmi, Aap Betey Jug Betey,Lahore: Urdu Markaz. 1949, P14
12. Wazir Agha,Dr ,Pakistan Mein Urdu Afsan,Mashmola,Urdu Afsana Rewayat-o-Masail, Lahore:Sang-e-Meel Publication, 1986,P,186